

”یہ تو نہم لوگوں کا نام مارنے کے لیے نئے نئے
شیطانی طریقے نکال لیے گئے ہیں۔ ہمارے زمانے میں
بھلا کیا ہوتا تھا۔ لے دے کر ایک پیٹی وی۔ وہ بھی
بلیک اینڈ وائٹ۔“

”اسی لیے ساری کسیں اب نکال رہی ہیں۔“ وہ
منہ پھیر کے بڑھ دیا۔

”آئے ہائے، سوا آئھ بجاوائے تم نے بے کار کی
بحث میں۔ چلو ہٹاؤ اب ان بد بخت مگر مجھوں کو یہاں
سے، ان کو دیکھ کر مجھے تمہارے مرحوم دادا کی مرحوم آپا
جان کے مرحوم جیٹھ کی یاد آرہی ہے۔

بہشتی ہو بروئی صورت شکل، دلیل ڈول، چال
ڈھان اور عادات و فطرت کے مالک تھے۔“ دادی ماضی

ناول ط

”ارے آئھ بخ گئے، جلدی کرو۔“

دادی ہانپتی کانپتی اندر داخل ہو میں تو رجع نے پھرتی
کے ساتھ چینل پتیج کیا۔ کچھ دیر قبل جس اسکر بننے پ
انجیلتا جولی اپنے حسن ہوش ریا کے ساتھ تھرھلی
محارہی تھی اب وہاں نیشنل جیوگرا فک چینل لگا تھا اور
دلدلی کچڑ میں مگر مجھے لوٹیاں لگا رہے تھے۔

”یہ تم کیا ہر وقت درندے اور حیوان دیکھتے رہتے
ہو۔ انہی کا اثر آجائے گا ویکھنا میں چلو وہ میں چینل
لگاؤ۔“

”کون سا؟“ وہ سخت بد مزہ ہوا۔ وہ سین بس آنے
ہی والا تھا جس کا تذکرہ وہ اپنے دوستوں سے سن چکا
تھا۔ اسی مشہور سین کے انتظار میں وہ گھنٹہ بھر سے لی
وی کے آگے بیٹھا تھا۔ اب جب مراد پوری ہونے، ہی
والی تھی کہ دادی آگئیں۔

”لگاؤ بھی“ وہ ”چینل؟“ اس بار انہوں نے سنت
سے کہا۔

”پوچھ تو رہا ہوں کون سا؟“ اس نے بھی چڑھتے
پن سے پوچھا۔

”اور میں کہہ تو رہی ہوں کہ“ وہ
”اس“ وہ سے مجھے کیا پستہ چلے گا کہ آپ کون سا
چینل ویکھنا چاہ رہی ہیں۔“ وہ بال نوچنے کی حد کے
بالکل آس نہ اس پتیج کیا تھا۔

”دادی! اکیس کوئی ایسا ویسا چینل تو نہیں ہے جس کا
نام پوتے کے سامنے زبان پہلانے سے آپ جھک
رہی ہوں۔“ اسے ایک نیا نقطہ سوچھا۔

”رے ہٹ میں کیوں دیکھنے لگی بڑھاپے میں ایسا
ویسا چیل۔“ انہوں نے بدک کر جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے پہلے ویکھا کرتی تھیں یعنی
جو انی میں؟“ سب بھول بھال کر وہ اس بحث میں نہ
لینے لگا۔

”اللہ کا شکر ہے، ہماری جوانیاں ان نرافات سے
یہ تھیں۔“ دادی نے با قاعدہ ہاتھ بلند کرنے شکر ادا
کیا۔



میں کھوئی ہوئی تھیں۔

”اسی قسم کی بے ساختہ یاد آپ کو پچھلے ہفتے اور ملاو کو دیکھ کے بھی آئی تھی۔“ ربع نے یاد دلایا۔

”وہ یہ حضرت تھوڑا ہی تھے ان کو دیکھ کر تو تمہارے مرحوم دادا کے مرحوم پچا جان کی مر جبکہ بیگم کی یاد آئی تھی۔“

”پھر بھی آپ یہ چینل بد لانا چاہتی ہیں۔ کتنا اچھا تو ہے یہ نیشنل جیوگر انک چینل، بیٹھنے پہنچائے آپ کو اپنے سارے مرحوم سرالیوں سے ملا ریتا ہے۔“

”تم پاتول میں مت لگاؤ مجھے اور سیدھی طرح سے وہ چینل لگاؤ ورنہ میں اتارتی ہوں چل۔“ دادی نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

”پھر وہ چینل ارے اس چینل کا کوئی نام بھی تو ہوگا۔“

”اس چینل کا نام ہی وہ ہے۔“ حبیب نے اندر آتے ہوئے بحث کو سمیٹا۔

”وہ چوبیں نمبر پر سیٹ ہے۔ تم سیٹ لائٹ چینلز دیکھتے کب ہو جو تمہیں ان کے بارے میں پتہ ہوگا۔“ وہ بھی دادی کے ساتھ جڑ کے بیٹھ گئیں۔ ساس بسو کا اتفاق اور باہمی سلوک قابلِ رشک تھا بلکہ کسی حد تک قابلِ ”رشک“ کیونکہ اتنے زیادہ پیارِ محبت کو دیکھ کر لوگ عموماً ”رشک“ میں بستا ہو جایا کرتے تھے کہ کہیں یہ محض دکھاوا یا ذرا رامہ تو نہیں۔

”لگ گیا پٹاخہ ہے،“ لیلی بھی اپنے گنتی کے ڈھائی بال پوچھیں میں کہتے ہوئے اندر آئی۔

”پٹاخے لگتے نہیں، چلتے ہیں۔“ ربع نے اس کی اصلاح کی۔ ”اور وہ بھی شب برات کو۔“

”پروگرام کا نام ہے۔“

”لی وی پروگرام کا؟“ اس نے حیرت سے یوچھا۔ پھر اثبات میں جواب ملنے پر اندازے لگانے لگا کہ یہ پروگرام کس نوعیت کا ہو سکتا ہے۔ اس دوران لیاں نے اس سے ریبوت چھین کر ”وہ چینل لگالیا۔ جمال بور ترین لمبے لمبے اشتہارات چل رہے تھے۔

”اسی لمبے بڑے لگتے ہیں مجھے یہ ایسے چینل میں کھوئی ہوئی تھیں۔“

دادی نے بارہوں اشتہار پر جھلا کے کہا۔ جب کہ ربع اب تک ”پٹاخہ“ پروگرام کے متعلق جھ اندازے پیش کر چکا تھا۔ جو کہ ایک ایک کر کے لیلی نے مسترد کر دیے تھے۔

”کونگ کا پروگرام ہو گا۔ زیادہ مالے مرحوم والے کھانے پکا کے دکھاتے ہوں گے جن کو کھانے سے انسان کے معدے میں پٹاخے پھوٹ پڑتے ہوں۔“

”فضول سے بس اب تم دماغ مت کھپاؤ۔ بس لگنے ہی والا ہے پٹاخہ۔“

”کانوں میں انگلیاں ٹھوںس لوں؟ زیادہ زور کا دھماکا تو نہیں، رنگا۔ ارے ہاں اب سمجھا، کوئی ڈرامہ ہو گا۔ جس کا مرکزی کروار کسی شوخ و چیل سی پٹاخہ لڑکی نے کیا ہو گا۔ ہے ناں؟“

”جی نہیں۔ اور پلیز بور مت کرو۔ لگنے والا ہے پسلے بھی تمہاری وجہ سے اشارت نہیں دیکھ سکے۔“ ”ای! آپ ہی اس سپنس کو حتم کریں۔“ یہ لے لے!“ تو بتا ہی نہیں رہی۔“

”تم نے پھر میرا نام بگاڑا ہے، لیلی اپنے نام کی درگت بننے پر ہمیشہ کی طرح جلال میں آگئی۔“

”بگاڑا کب ہے؟ پیار سے بلار ہاں ہوں۔ لے سلا“ وہ لٹکا لٹکا کے دہرانے لگا۔ اوہڑوہ غصے سے لال ہونے لگی۔

”ای! اسے منع کر دیں۔ میرا اصل نام لیا کرے ورنہ۔“

”کیوں بھی؟ یہ پابندی صرف میرے لیے ہی کیوں؟“ ہمارے گھر میں رواج ہے اصل نام کو لاڑ سے بگاڑنے کا جیسے دادی اپنی کو جبیبہ کے بجائے ”بیبا“ کہتی ہیں۔ میرا اتنا مختصر اور آسان سامان نام سے۔ ربع ایک سالس میں ادا ہو جاتا ہے اسے بھی کبھی ”مری“ تو کبھی ”رویو“ کہا جاتا ہے اور نہمان بے چارے کے نام۔

ہونے کے باوجود ان کی حواس باختی پہلی نظر میں
محسوس ہو رہی تھی۔ کم و بیش یہی حال مرد کا تھا۔

بامیں جانب والی کرسیوں پر دو خواتین برا جمان
تھیں۔ ایک پچاس سے پچھنئے درمیان تھیں مگر
چالیس تک نظر آنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں۔

انہوں نے اپنے بے حد ملنے بال سرخ مندی سے
رنگے ہوئے تھے اور لگتا تھا خاصی محبت اور لاپرواںی
سے رنگے تھے کیونکہ مندی کارنگ اس کے وسیع
ماتھی کی حدود تک چڑھ چکا تھا۔ بھاری تن و تو ش والی
اس شکل سے ہی تیز طریقہ نظر آنے والی خاتون نے
جارحٹ کا پر نہ سوت کی نہ کسی طرح پھنسا رکھا تھا۔
دوپٹے سے پہلے نیازی کا عالم یہاں بھی تھا البتہ ہاتھ میں
ایک بکی سی شبیح ضرور پکڑ رکھی تھی۔ یہی ہاتھ آگے
کر کے خاصا نہیاں دکھایا جا رہا تھا جب کہ دوسرا ہاتھ
انہوں نے کرپڑ لڑکی اس سے آدمی عمر کی ہوگی۔ یعنی
ساتھ بیٹھی لڑکی اس سے آدمی عمر کی ہوگی۔

یعنی اس سے اٹھا میں سال تک کی۔ مگر نتوش میں
مماگست حد درجہ تھی۔ پہلی نظر میں دیکھنے سے ہی کوئی
بھی بھاپ سکتا تھا کہ یہ دونوں ماں بیٹیاں ہیں۔ بیٹی
نے باریک نیٹ کا سیاہ سوت پین رکھا تھا۔ جس میں
ایس کی صاف رنگت خاصی حد تک دودھیا نظر آ رہی
تھی اور صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

کی تفسیر بنی ہوئی تھی وہ۔ شانوں تک کٹے بالوں میں

گولڈن اسٹریکنگ میں ہیل کی سینڈل

کیمرو باری باری چاروں شرکاء کی ایک جھلک دکھا
چکا تو دوبارہ کمپر صاحبہ کو فوکس کیا گیا۔

”میں لی ایم“ ایک بار پھر ہماری سوسائٹی کے ایک
سلکتے ہوئے مسئلے کو لے کر پروگرام ”پٹاخہ“ میں حاضر
ہوں۔“

”یہ لی ایم“ کیا نام ہوا بھلا؟“ ربع نے فوری تبصرہ
کیا۔ جسے داوی نے۔ ”اوہوں“ کہہ کر جھٹک دیا۔
 غالباً ”پروگرام“ کے دوران ہلکی سی آواز بھی سننا پسند
نہیں تھا انہیں۔

کے ساتھ تو وہ حشر ہوتا ہے کہ اللہ کسی دشمن کے نام
کے ساتھ بھی وہ سلوک نہ کرے۔ بھی نومی، بھی مانا،
بھی مانا، بھی منو۔ اگر میں نے تمہارے نام لیا کوئے
لا کہہ دیا تو اتنا غصب ناک ہونے کی کیا ضرورت
ہے۔“

”بس خاموش“ کوئی مست بو لے، اب ”پٹاخہ“ لگ
گیا ہے۔ ”جبیہ نے اعلان کیا۔

ربيع بھی تجسس کے مارے چپ ہو کر اسکرین کی
جانب تکنے لگا جہاں آسمان پر پٹاخے چھوٹے دھائی
دے رہے تھے۔ اور اس آٹھ بازی کے منظاہرے
میں لفظ ”پٹاخہ“ لکھا صاف دکھائی دے رہا تھا یہ منظر
غائب ہوا اور پروگرام کا تسلسل یہاں سے جوڑ دیا گیا
جہاں سے اشتہارات نے دخل دیا تھا۔

ایک جانے پہنچنے چھرے والی خاتون نمادو شیزہ،
انتہائی اول جلوں وگ سرپہ رکھے، ٹانگ پر ٹانگ
جمائے سیولیں چست ٹاپ اور کھال سے منڈھے
ڈینم میں ملبوس اپنی پوری باچھیں چیرے کیمرے کی
جانب دیکھ رہی تھی۔

پروگرام کا آغاز ہوتے ہی تالیوں کا ایک شور سنائی
ویا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وقت سے قبل یہاں
کسی گرم اگر م موضوع کا آغاز ہو چکا تھا۔ اسی پہ کمپر
کے دامیں جانب دو کریاں تھیں اور بامیں جانب
بھی۔

وامیں جانب والی کرسیوں پر ایک صاحب اور
خاتون بیٹھے تھے جن کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ
سمی نظروں سے بھی ان کمپریلی کو تو بھی سامنے
بیٹھے حاضرین کی جانب دیکھ رہے تھے، آدمی کی عمر
اندازا“ بیالیں سے اڑتا لیں کے درمیان ہو گی۔ جب
کہ خاتون تیس سے پینتیس کے درمیان تھیں مگر
تو بیاہتاوں کی طرح بنی سنوری بیٹھی تھیں۔ گرے گلے
والا کام دار نارنجی سوت پین رکھا تھا۔ بھاری جھمل
و دبپٹہ کاندھے کے ایک جانب سر کار کھا تھا۔ سونے کے
زیورات سے لدی پھندی اور فلار میک ایس میں

نے۔ ویسے بھی میں اس مثال سے متفق نہیں ہوں، گھوڑے کے بارے میں آپ کا کہنا صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ گھوڑوں کے بال سفید نہیں ہوتے۔ ان کو یعنیک نہیں لگتی نہ ہی وہ لاٹھی شیک کر جلتے ہیں کیون وہورز آپ میں سے کسی نے بھی سفید بالوں پچھے اور لاٹھی والا گھوڑا دیکھا ہے؟ نہیں پس سب کا جواب ہے ”نہیں“ یعنی گھوڑے واقعی بوڑھے نہیں ہوتے مگر مرد ہوتے ہیں کیونکہ ہر دوسرا مرد چشمہ لگاتا ہے اور سفید بال رکھتا ہے۔ تالیاں۔“

خود فرمائش کروائے کے تالیاں بجوانی کیں۔

”ہاں تو کیا وجہ بتائیں گے آپ اپنی اس دوسری شادی کی۔؟“ پھر سے فرقان صاحب پر توجہ کی گئی۔ ”جی میں وہی بتانے والا ہوں۔“ وہ گلا صاف کر کے بتانے لگے کہ ساس صاحبہ نے دوبارہ ہاتھ نچانچا کے طعنے دینے شروع کر دیے۔

”ارے تم کیا وجہ بتاؤ گے فیقے نامراست... وجہ تو میں بتاتی ہوں۔ ارے آگ لگی ہوئی تھی اسے اس کے منہ والی کے عشق کی۔“

”آپ دیکھ رہی ہیں باجی“ اس عورت کی زبان۔“ رما فہ نے لی ایم کی حمایت حاصل کرنے کے لیے روکنکھی سی آواز میں کھاگر لینے کے دینے رکھ گئے۔

”یہ باجی کے کہا ہے آپ نے جسیو لیس ٹاپ کے کف تو تھے نہیں جو وہ الٹ کر لئے کا سگنل دیتی۔“

”پہلے آپ اپنی زبان دیکھیں۔ مطلب آپ کو کسی سے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں۔ مطلب یہ تک نہیں پہتہ کہ کسی کو کیا کہہ کر مخاطب کرنا چاہیے۔ میرا نام بہت مختصر آپ ٹوڈیٹ اور یونیک سا ہے۔ لی، ایم۔ میں کسی کی باجی واجی نہیں ہوں، آئندہ آپ اپنی زبان سنبھال کے مجھ سے بات پہنچئے گا اور آئی! آپ بے شک زبان مت سنبھالیں۔ کہہ لیں جو کہتا ہے، مطلب مجھے نہیں، ان لی لی کو جو آپ کی بیٹی ساجدہ کی سوتن ہے۔ مطلب یہ کوئی بات ہے بھلا، پسے آرام سے ان صاحب سے شادی کر لی انہوں نے۔“

”جیسا کہ آپ جان پکے ہیں کہ یہ فرقان صاحب ہیں۔ یہ ان کی مسز رما فہ، یہ سامنے فرقان صاحب کی ساس اور سالی صاحبہ بر اجمان ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ساس اور سالی تو ہیں فرقان صاحب کی مگر ان کا تعلق مسز فرقان سے نہیں۔ وہ اس لیے کہ یہ مسز رما فہ فرقان کی والدہ اور بمن نہیں ہیں۔ بلکہ دوسری والی مسزیہ یعنی پہلی بیوی کی امی اور بمن ہیں اور اس وقت یہ دونوں اپنی بیٹی اور باجی، یعنی فرقان صاحب کی پہلی بیوی ساجدہ کی جانب سے مقدمہ لڑنے آئی ہیں۔ تو جناب شروع کیا جائے ونگل۔“

”لی، ایم۔“ نام کی کمپیوٹر نے چٹمارہ بھرتے ہوئے اپنی دونوں ہتھیلیاں آپس میں رکڑ کے پروگرام شروع کرنے کا اعلان کیا۔ جیسے وہ کسی دلچسپ ریلینگ کامزہ لینے والی ہو۔

”تو پہلے آپ بتائیے فرقان صاحب! آپ نے دوسری شادی کیسے کی؟ مطلب کیوں کی؟ مطلب کریں لی؟ مطلب کی کیوں؟“

”ہاں ہاں پوچھو اس سے؟ اس کی ہمت کیسے ہوئی دوسری شادی کرنے کی۔“

ساس صاحبہ نے ہاتھ نچا کے شہد می۔

”آپ چپ رہیے۔ میں یہاں کس لیے بیٹھیں ہوں۔ مجھے یہاں اسی کام کے پیسے ملتے ہیں۔ آپ بڑی مہربانی اپنے پیچھوں کی رہی سسی تو انہی کسی آڑے وقت کے لیے سنبھال کے رکھیں۔“

”لی، ایم نے پلٹ کے کراری آواز میں ساس صاحبہ کو خاموش کرایا اور دوبارہ فرقان صاحب پر ہلمہ بول دیا۔“

”آپ کو اس عمر میں دوسری شادی کرتے شرم نہیں آئی۔ مطلب ذرا سی بھی نہیں آئی؟“

”کیوں جی، کیا ہوا ہے میرے سرتاج کی عمر کو۔ دیے بھی جی، مرد اور گھوڑا بھی بوڑھے نہیں ہوتے۔“

”تو لی لی! آپ کسی گھوڑے سے ہی شادی کر لیتیں۔ ایک شادی شدہ مرد کا انتخاب کیوں کیا آپ

”ہونہہ جھوٹ۔“ دادی نے تی وی اسکرین کو گھورا۔

”کون جھوٹ؟ فرقان کی ساس یا دوسرا یوں۔“
لیلی نے پوچھا۔

”یہ بھی لمحے
بالکل تھیک کہا دادی نے یہ پروگرام نہیں،
جھوٹ کا لپنڈہ ہے۔ صاف لگ رہا ہے سب لکھا ہوا
اسکرپت یادگر کے آئے ہیں۔“

”ارے ہو تم تو ہر جگہ ڈرامے یا زی
نظر آتی ہے۔ یہ سب بالکل سچ ہو رہا ہے۔ کیا تمہیں
اس بوڑھی عورت کے چہرے پر درد نظر نہیں آ رہا؟“
دادی نے رقت سے ہال ہال کے کہا۔

”ہو سکتا ہے اس کے گردے میں پھری ہو۔ اور
اگر سیچ ہے تو آپ ان محترمہ بی ایم کو جھوٹ کیوں کہہ
رہی ہیں؟“

”کہہ رہی ہے۔ جھوٹ سی بریک، جیسے مجھے پتا
نہیں۔ اب پندرہ منٹ سے پہلے آنے والی نہیں
ہے۔“

”ویسے آج بی ایم بست اسارت لگ رہی ہے۔“
لیلی نے رشک سے کہا۔

”ودفع دور۔ آج یہ بدر منیر کی دل پتہ نہیں
کہاں سے ڈھونڈ کے سرپر رکھ لی ہے اور توبہ تو بس۔
”بس اب یہ ”کھڑکنی“ (کھڑے کانوں والی) اس
فیضے کے پیچے پڑ جائے تو مزا آجائے۔“ جیسا اس
دوسری شادی کرنے والے کی بے عزتی دیکھنے کے
شوق میں تی وی کے کچھ اور قریب کھٹک آئیں۔
”چولو چولو پایی چولو۔“

یہ میونیکل انسٹری نیمان کی تھی۔ وہ اسی طرح
گنگنا تا، پکتا، ملتا ہوا آتا تھا اور گانے بھی چن چن کے
ایسے گاتا تھا جن سے دادی اور جیسا مشترکہ طور پر چڑا
کرتی تھیں۔

”نه سلام، نہ دعا۔ چوں چوں، پوں پوں، کرتا آجا تا
ہے۔ بے بدایت لڑکا۔ گانے بھی ”پاپوں“ والے۔“
”پایی پایی پایی سب چولو۔“ انہیں چڑا نے
کے لیے وہ اور منٹ منٹ کے گانے لگا۔

”اللہ تمہارا بھلا کرے۔ بیٹی، تم میرے ولی کا درد
جان گئیں۔ ارے یہ یہ رما فہ نہیں ہے۔ منکارہ ہے
پوری۔ اس نے میرے داماد کو پھسپاپا ہے۔ چلتا ہے
سچ نہ شکی ہے۔ ختماں نوں کھائی ہے۔“ او تی
نگھتری“ ہے۔“

ساس نے بھی بی ایم کی جانب سے کھلی چھوٹ ملنے
پہل کی ساری بھڑاں نکال لینا چاہی۔

”یہ زیادتی ہے۔“ فرقان صاحب مننا نے۔
”آپ نے ان کو تکھلی چھوٹ دی ہوئی ہے۔ آپ
دیکھیں۔ انہوں نے میری بیگم کے بارے میں کتنی
تازیہ اکفتگوں کی بتے۔“

”آپ زیادہ اچھل اچھل کے طرف داری مت
کریں اپنی بیگم کی۔ آپ کی بیگم نے بھی کم نہیں کیا۔
ایک تو ان کی بیٹی کا حق چھیننا، ان کی سوتن بی، پھر طویہ
کہہ مجھے آن وی کیمرا باجی بھی کہہ ڈالا۔ مطلب اتنی
دیدہ لئری۔“

”یہ تو کچھ بھی نہیں، آپ میرے سے سنواں کے
کرتوت،“ اس نے پہلے صرافہ بازار کے ایک نار
کو قلاش کیا۔ پھر ایک اٹاک بروکر کو دیواليہ کیا، اس
کے بعد تیل کے ایک بیوپاری کو کنگلا کرنے کے۔“

”ہاں ہاں، سب میں نے کیا ہے۔“ رما فہ تریپ
اٹھی۔ ”پاکستان کے سارے مردوں کو میں نے لوٹ لیا
ہے۔“

”ہائے ہائے توبہ تو بسے زبان ہے کہ دو دھاری
تموار۔“

”مجھے، مجھے لگ رہا ہے ناظرین کہ میرا بلڈ پریشر
شوٹ کر رہا ہے۔ توبہ۔“ بی ایم نے زناکت سے اپنا
سر تھاما۔

”جب تک میں انہیں تمیز سکھانے کی کوشش
کرتی ہوں تک تک آپ ایک جھوٹ سی بریک لیں۔“
پھر سے اسکرین پہ آتش بازی دھائی دی اور پھر
لاتھاہی اشتہارات کا ایک سلسلہ۔



تو یہ ہے ”پاٹھ“ ربع نے گری سائنس بھری۔

”تبھے ناظرین! ملاحظہ کجھے ان کی دھنائی۔ مطلب ان کے خیال میں یہ کوئی بات ہی نہیں۔ دوسری شادی کرنی، ساس کو اپنی کے بجائے آٹھ بنا ڈالا۔ ایک عورت کی زندگی برباد کر دیں اور نہیں۔“

”میں نے کسی کی زندگی برباد نہیں کی۔“

”آپ چپ تبھے میں یہاں کس لیے موجود ہوں۔ بولنا میرا کام ہے آپ کا نہیں۔“

”تو آپ نے ہمیں کس لیے بلا�ا ہے؟“ رماfah نے چمک کر سوال کیا۔

”آپ بہت بڑھ بڑھ کے بول رہی ہیں۔ آپ کو تو منہ کھونے کا حق ہونا ہی نہیں چاہیے۔ اور رہا میرے بولنے کا سوال تو بھے بولنے کے ہی پریے ملتے ہیں۔“

”اسے پروگرام سے باہر نکال دو۔“ ساس نے مطالبه کیا۔

”آپ بھی آرام سے بیٹھیں۔ مجھے بات کرنے دیں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ فرقان صاحب نے ثابت کر دیا کہ مردے وفا ہوتا ہے۔ دل پھینک ہوتا ہے؟“ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ دوسری شادی میرا حق ہے۔“

”آپ پھر بولے فرقان صاحب! کمال ہے دو دشادیاں کرنے کے بعد بھی آپ میں بولنے کی ہمت اور جرات باتی ہے۔ اور یہ حق وغیرہ کی بات میرے سامنے مت تبھے بہت سورما آئے اس پروگرام میں جو چار شادیوں والا شرعی مسئلہ اٹھاتے تھے جب میں نے دوسرا کلمہ سنانے کو کہا تو جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ آپ بھی آرام سے بیٹھئے۔“

”اسے آرام سے مت بیٹھنے دو۔ اس نے میری ساجدہ کے گھر میں اس مکار کو لا بٹھایا۔“ ساس کا واویلان۔

”ارے جائیے، دیکھ رکھا ہے۔ آپ کی ساجدہ کو بھی۔ میریے فرقان صاحب کے ساتھ کھڑی والدہ ماجدہ لگتی تھی۔ آپ کی ساجدہ۔“ رماfah نے ناک چڑھائی۔

”توبہ توبیسی کیسی زبان ہے آپ کی۔“ بی۔ ایم۔

”پڑھ آئے ٹیوٹر سے۔ یا وہاں بھی چولو چولو، ہی کرتے رہے ہو؟“ بی۔ ایم۔ نے اپنے دو سال بڑے ہونے کا رعب جھلایا۔ حالانکہ خود وہ ربیع کے چار سال بڑے ہونے کے ربیع میں ہرگز نہیں آتی تھی۔

”ملو،“ بی۔ ایم۔ لگ گیا۔“ داوی نے ایک بار پھر سب کو خاموش کر دیا۔

اس بار ربیع بھی دچپی سے ٹوٹی اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

”جی ناظرین! ہم واپس آچکے ہیں۔ صورت حال وہی ہے۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے سے باز نہیں آ رہا۔ اور میں مطلب میرا تو دماغ گھوم رہا ہے۔ مطلب ایسا لگ رہا ہے جیسے میں پاگل ہو جاؤں گی۔ اف توبہ۔“

وہ آنکھیں گھما گھما کے اور اپر آسمان کی طرف منہ کر کر کے دہائیاں دے رہی تھی۔ حالانکہ اس خانہ جنکی کا اہتمام بھی اس نے خود کیا تھا۔

”میں بتاتا ہوں جی آپ کو آٹھ جی خواخواہ میرے پیچھے رہی ہوئی ہیں۔“ فرقان صاحب نے پکھ کرنے کی کوشش کی۔

”لووی یہ واس فیقیر ہو ای دیدے کو۔“ ساس جی نے سینہ پیٹ ڈالا۔ پہلے میں امی جی ہوتی تھی۔ اس مکار کے آنے کے بعد میں آٹھ ہو گئی۔“

”میرا نام رماfah ہے آپ بار بار اسے مکار مت کہیں۔“ وہ تڑپاٹھی۔

”آپ کی باری ابھی نہیں آئی۔ آپ چپ رہیں۔“ بی۔ ایم۔ نے انگلی دکھا کے تنی ہیہ کی پھر کیم رے کی طرف چڑھ کر کے ایک اور ”اف“ گھیچی۔

”بھئی،“ بہت بولتے ہیں یہ لوگ، میرے توکان سامیں سامیں کر رہے ہیں اور سارے فساد کی جڑیہ فرقان صاحب ہیں جو دوسری شادی کر کے ایسے مظہمن نظر آرہے ہیں جیسے کوئی کارنامہ انجام دیا ہو۔ مطلب ایک عورت کا ول توزنے کا کوئی افسوس، ہی نہیں آپ کو۔“

”میں نے کسی کاول نہیں توڑا۔“

”مطلوب یونہی بلاوجہ ایسے ہی۔ ایوس؟“
ایم حیرت اور صدمے سے بے ہوش ہونے والی
ہو گئی۔ ”بغیر کسی وجہ کے آپ نے ان پر سوتن لا
بٹھائی؟“

”وہ ہو گی تو اس پر کچھ بٹھاؤں گانا۔“
”کیا مطلب؟“

”مطلوب یہ کہ اس کو مرے دو سال ہو چکے ہیں۔
میں نے کسی کی زندگی خراب نہیں کی۔ کیونکہ زندگی
کب کی ختم ہو چکی۔“
”اور میں نے کسی کا گھر برپا نہیں کیا۔ گھر خالی تھا،
میں نے تو آباد کیا ہے۔“ رافہ نے بھی جلدی سے اپنی
پوزیشن کلینیکر کی۔

”مطلوب یہ دوسری شادی تو ہے۔ مگر حالات ثابت
کرتے ہیں کہ فرقان صاحب قصور وار نہیں۔ مطلب
ناظرین یہ تو کمال ہو گیا۔ آج پہلی بار ہمارے پروگرام
میں کوئی ملزم مجرم ثابت ہونے کے بجائے بری ہو گیا
اور آنٹی جی! میں آپ سے پوچھتی ہوں، آپ نے
اپنے سابقہ داماد کو اس پروگرام میں کیوں بلوایا؟ جب
آپ کی بٹھی اب زندہ ہی نہیں ہے تو اس کے حق پر ڈاکا
ڈالنے کا الزام کیوں لگایا گیا ہے؟“

پروگرام کے آغاز ہی میں ایم کی ساری ہمدردیاں
اس صاحبہ کی جانب تھیں لیکن اب وہ کڑے تیور
لیے ان سے جواب طلب کر رہی ہیں۔

”ہاں ساجدہ اب حیات نہیں، مگر صرف ساجدہ ہی
تو میری بٹھی نہیں، یہ خالدہ بھی میری لخت جگر ہے۔ اور
ویکھو یہ سامنے نہیں ہے، بالکل حیات ہے۔“

”میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ساجدہ، خالدہ،
ایک حیات، مطلب دوسری مرحومہ آپ کہنا کیا چاہ
رہی ہیں آنٹی؟“

”کہا کیا ہے۔ ساجدہ گئی تو خالدہ کو اس کے سارے
کپڑے سینٹلیں وغیرہ اس فیضتے نے یہ کہہ کر دے
 دیے، تمہارا حق ہے۔ بن کی چیزوں پر اور تمہارے
نیپ کے بھی ہیں بس میری بھولی خالدہ خواب دیکھنے
لگ گئی۔ نیپ کے کپڑوں کے ساتھ ساتھ اسے یہ

کانوں کو ہاتھ لگائے
”آپ ہی بھگتیں گے اب فرقان صاحب دوسری
شادی کا سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔“

”ارے برپا ہو جائے گا، ہمیں برپا کرنے والا۔ کبھی
سکھ سے نہیں بیٹھے گا میری بٹھی کے خواب چکنا چور
کرنے والا۔ اللہ کرے جبھے بھائی گھری کی آئے اور
تو پیلے منہ والی مکارہ تختے کالا ری قان ہو۔ جس گھر میں
میری بٹھی نہ بس سکی، وہ گھر ہی نہ رہے۔“

”ویکھیں، آپ بزرگ ہیں، اس لیے میں آپ کا
لحاظ کر رہا ہوں۔“ فرقان صاحب نے ان بد دعاوں پر
بھنوں سکیڈ کر کہا۔

”ورنہ کیا گرتے آپ؟“
”ایم نے لکھا“ میرے
سامنے، بلکہ میرے کے سامنے مطلب ہزاروں دیکھنے
والوں کے سامنے کیا آپ ان محترم خاتون پر ہاتھ
اٹھا لیتے؟ دیکھا ناظرین مرد کتنا منہ زور ہوتا ہے۔ نہ
صرف غلطی کرتا ہے بلکہ اس پر دیدہ دلیری سے اتراتا
بھی ہے اور غلطی کی نشان دہی کرنے والے پر حملہ بھی
کرتا ہے۔ توبہ توبہ۔ مطلب میں تو پاگل ہو جاؤں
گے۔“

”پاگل تو آپ سب مجھے کر دیں گے مجھے یہاں لا
کر بٹھا دیا ہے اور بولنے کا موقع بھی نہیں دے
رہے۔“

”اچھا؟! بھی اور بولنا چاہتے ہیں آپ؟ مطلب
جب سے آپ آئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟“
”ایم نے بھولی بن کر پوچھا۔“

”کچھ کہنا ہی ہے تو یہ بتائیں،“ ایک بیوی کے ہوتے
ہوئے آپ کو دوسری شادی کی ضرورت کیوں پیش
آئی؟“

”یہ تو میں بتانا چاہیں۔“ پھر سے بولنے کی کوشش کی
گئی جسے کمپسیر کی جانب سے ناکام ہنا دیا گیا۔

”کیا ساجدہ صاحبہ خوبصورت نہیں ہیں؟ سکھر
نہیں ہیں؟ ملڑا کا ہیں؟ اولاد نہیں ہے؟“

”ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔“ عرفان صاحب
نے اقرار کیا۔

تھی کہ وہ اس بلاوے پر کشاں کشاں چلے آئے جب کہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کے ساتھ یہاں کیا ہو گا اور ان کی دوسری بیوی، وہ نئی نویلی ولسن ایسے پارلر سے بچ کر آئی ہے جیسے یہاں اس کی رونمائی ہونے والی ہو۔ آپ بلا میں نالِ ذرا کسی رشتے دار کو، جس سے آپ کوشکایت ہو۔ ویکھتا ہوں کون آتا ہے یوں ہزاروں لوگوں کے سامنے ذلیل ہونے۔“

”ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔“ نومی نے اچھل کر داد دی۔

”یہ بہترین آئیڈیا ہے اس پروگرام کی حقیقت جانچنے کا۔ سارا دودھ کا دودھ اور پائی کاپانی الگ ہو جائے گا۔“ اسے محاورے بے در لغ اگلنے کا شوق بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ اوٹ پلانگ گانے گنگنا نے کا۔

”یعنی کمی یعنی کہ ہم خود اس پروگرام میں شرکت کریں؟“ لیلی اس کا مقصد ہانپ تحریر سے بولی۔

”چلو، ایسا کرو یکھو، خود پتا چل جائے گا کہ عام افراد کو اس میں شرکت کی اجازت ہے یا یہ پیشہ ور مگر گنام، غیر معروف سے اداکاروں کو لے کر باقاعدہ اسکرپٹ کے تحت بنایا جاتا ہے،“ ربع بھی رضامند تھا۔

”مگر سوال یہ ہے کہ ہم کے ملزم بناؤ کراس عدالت میں گھسیٹیں ہیں؟“

”یہ بھی کوئی سوچنے والی بات ہے۔“ جیبہ نے سب سے پہلے مشورہ دینا چاہا۔

”ہم ماسی نوری لی کی مذہبی پلید کرتے ہیں۔ میں نے میں کم از کم پندرہ چھٹاں کرتی ہے۔ پانچ تاریخ تھنواہ دینے کے لیے مقرر ہے مگر پہلی تاریخ سے دو تین دن پہلے ہی قسطنوں میں تھنواہ ایڈ والس میں مانگ مانگ کر لے جاتی ہے اور پھر پانچ تاریخ کو زردست گھپلا کرتی ہے۔ ہزار میں سے تقریباً ”پانچ چھ سو ایڈ والس“ لے گئی ہوتی ہے۔ مگر مانگتی نہیں۔ بعندہ رہتی ہے کہ بس ڈھائی تین سو لیے تھے۔ اس طرح ہر میں نے یہ مکار زائد رقم ایٹھے لیتی ہے۔ ذرا نظر چوک جائے تو پچھن میں سے کھانے پینے کی چیزیں پار کر لیتی ہے۔ حد توبیہ ہے کہ فرنچ میں

رنڈوا بھی اپنے جوڑ کا لگنے لگا اور یہ اس کے سپنے توڑ کر اس موٹو کو بیاہ لایا۔“

”کیسی بھولی میں کیا جاتا نہیں؟“ تین منگنیاں کس لیے ٹوٹیں۔“

”ناظرین، پروگرام کا رخ بدل چکا ہے۔ ان لوگوں سے سرکھیاں کی اب مجھے میں ہمت نہیں نہ ہی ہمارے چیل کے پاس اتنا بے کار وقت ہے کہ ہم خالدہ کے سپنوں کاملہ سمشیت پھریں۔ اس لیے اجازت دیجئے گی ایک کو اس وعدے کے ساتھ کہ اگلی بار ہم ایک اور منفرد موضوع لے کر حاضر ہوں گے۔ اللہ حافظ۔“

* * *

”ڈرامے بازی میں اور وہ بھی بوگس، کچے اداکار۔“ ربع نے مکمل پروگرام دیکھنے کے بعد فوری تبصرہ کیا، جس سے باقی سب کو اختلاف تھا۔

”یہ سب حقیقت پہ مبنی تھا۔ سراسر حقیقت لگاؤ شرط۔“ لیلی اپنے بیان پر مصروفی۔

”ایسا ہو، ہی نہیں سلتا۔ کوئی بھی اپنے اس قدر ذاتی اور گھریلو مسائل کو یوں پیلک کے سامنے نہیں لاسکتا۔ حضن لی وی میں نظر آنے کے شوق میں کوئی بھی اپنی بے عزتی نہیں کروانا چاہے گا۔“

”جو شخص ہو، ہی بے عزتی کے لائق، اسے یونی سر عام جوتے لگنے چاہیں۔ اسی لیے تو یہ پروگرام مجھے پسند ہے۔ اور یہ لبے منہ والی ایک بھی گیسا بھگو بھگو کے لگاتی ہے۔“ وادی نے جھوم کر کہا۔

”اور یہ جو سامنے بیٹھے خاموشی سے ”بھیگے بھیگے“ کھالیتے ہیں۔ ان کو کیا مجبوری ہے؟ کیوں نہیں پروگرام چھوڑ کے اٹھ بھاگے؟ اسی لیے نال کہ انہیں اس کام کا معاوضہ ملتا ہے۔ یعنی اس کروار کو ادا کرنے کا۔ آپ مان جائیے وادی کہ ابھی ہمارا معاشرہ اتنا وسیع النظر نہیں ہوا کہ ایسے نازک مسائل کی تشویر کرے۔

فرض تھا، ان محترمہ نے اپنے سابقہ و اماد کو اس پروگرام میں باوا یا بھی ہے تو ان جناب کو ایسی کیا مجبوری

لدا لدا کے، مہنگے مہنگے فیشن میک خرید کے ایک اچھوتا اور منفرد ڈریزائن تخلیق کرتی ہوں اور یہ اس کی "لوٹ سیل" مچارتاتا ہے۔ ابھی مجھے پہننا نصیب نہیں ہوتا اور محلے کی ہر رشیدہ نرین نے یہ ڈریزائن پہنانا، وہ تو ہے۔ اور ہر پھرے میں پھر نے سلائی کاریٹ بھی برداھایا ہوتا ہے۔"

"اور میری بھولی بہنا لے لادیہ مت بھولو کہ میں ایم سے بڑا لوٹا کوئی نہیں۔ وہ بیان اور وفاداریاں بدلتے میں بڑے بڑے جغا دری سیاست دانوں کو مات دیتی ہے، ہر پندرہ منٹ بعد اس کا سخ تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی اس کی حمایت تو ابھی اس کی طرف داری۔ اس جاہل درزی کے سامنے کیوں ہمارے خاندان کو ہلکا کروانا ہے۔"

"کیوں نہ تمہاری اس مقصودہ آٹھی کے لئے جائیں۔" یہ دادی کا آئیڈیا تھا۔
"کون سی مقصودہ آٹھی ہے؟"

"اے ہی۔ جس کی سرمی موچھیں ہیں۔ لمبی لمبی قلمیں۔ ہی مرد مار، جس کی آواز بالکل دیم عباس جیسی ہے۔"

"ان آٹھی میں آٹھیوں والی بھی کوئی بات ہے یا نہیں؟" نومی نے پوچھا۔

"آٹھیوں والی بات یہ ہے کہ وہ تمہارے ابو کے چچا زاد بھائی کی بیوی ہیں۔" جیبیہ نے جواب دیا۔

"تو ان پہ کیا دفعہ نافذ کی جائے۔ موچھوں کو بلجنہ کرنے کی یا اوازو سیم عباس جیسی ہونے کی۔"

"وہ نہ صرف خود کسی سے ملنا جانا گوارا نہیں کرتی بلکہ اپنے بھلے ملنسار اور بنا اخلاق نصیر کو بھی پابند کر دالا ہے۔ کیا محبت کرنے والا بچہ تھا۔ تائی امی تائی امی کرتا جان چھڑ کتا تھا مجھے پہ، اس کی بیوی کو بلا و بس تم۔ میں گواہ کے طور پر دو قیمن اور رشتے دار ساتھ لے آؤں گی۔ دیکھتی ہوں، کیسے طرف داری کرتی ہے میں، ایم اس کی۔ رشتے داروں کے ساتھ قطع لعلق کرنے والے یہ تو اللہ کی جانب سے بھی سخت سزا ہے۔"

"بس بس رہنے دیں آپ، پہلی بات تو یہ کہ میں

رکھی اشیاء بھی جھوٹی کرنے سے باز نہیں آتی۔ جھاڑو دیتے ہوئے اکثر گندگی بیڈیا صوفی کے نیچے کر دیتی ہے۔ ہر نئے سلوائے جوڑے پہ اس کی نظر ہوتی ہے ایسی ندیدی ہے، پہلے سے ہاتھ رکھ دیتی ہے کہ میں بس قیمن چار بار پہننا پھریہ میرا ہے۔ کئی بار تو اس پھر پھاڑ کی نظر ایسی تھی کہ نیا جوڑا دوبار بھی پہننا نصیب نہیں ہوا۔ بھی کیل سے کھوچ لگ گئی تو کبھی تیل سے چکنا ہو گیا۔ اور سب سے بڑی شکایت تو اس سے یہ ہے کہ ہر دوسرے دن نسوار کے نئے میں دھت ہو کے آتی ہے اور ایسے ایسے بے ہوہ پنجابی گانے گلا پھاڑ کے گالی ہے کہ میں بچوں کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں۔ اس نومی کے سچ کو پنجابی سمجھ تو آتی نہیں، ایک دن ماں نوری بی کو گامان کروہ واہیات گانا خود بھی سارا دن گاتا رہا۔ دوبار چپل اور ایک بار بیلنا کھا کر باز آیا۔ اب تم ہی بتاؤ، اس بد بخت ماں سے بڑھ کر کسی کا حق بنتا ہے۔ "پٹاخہ" میں جانے کا۔"

"بجا ارشاد، وہاں بازی الٹ بھی سکتی ہے۔ ان محترمہ بی، ایم کی ہمدردیاں اگر ماں نوری بی کی جانب ہو گئیں تو ایک خرانٹ ملازمہ کے سامنے آپ اپنی سکنی کروانا گوارا کر لیں گی۔ اور سب سے پہلا سوال اُنی، ایم نے یہ کرنا ہے کہ اگر اس ملازمہ میں اتنے ہی کئی ہیں تو آپ اسے ہٹا کیوں نہیں دیتیں؟"

"کیسے ہٹاؤں، اور کوئی ملتی بھی تو نہیں۔"

"تو صبر کجھے اور ساتھ ساتھ شکر بھی۔ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس پروگرام میں آنے کے بعد بھی ماں نوری بی اس گھر میں کام کر لی رہے گی تو یہ آپ کی خوش نہیں ہے۔"

"رُبیع ثُلیک کہہ رہا ہے، جیبیہ! کیوں اچھی بھلی نو کرائی سے بھاڑ پیدا کر لی ہو اور نامراو، نشہ تو بے شک کرتی ہے نسوار کا۔ مگر اس دن دباقی بڑاول لگا کر ہے۔ بدن کا جوڑ جوڑ سکون میں آ جاتا ہے۔" دادی نے بھی خلاف معمول اپنی بھوکی حمایت سے گریز کیا اور نہ دلوں زیادہ تر ایک ہی سرا اور تال میں رہا کرتی تھیں۔

"میں اپنے نیلر کے لئے لینا چاہتی ہوں، میں داع

بحث کا آغاز کرتے ہیں سب سے بزرگ مہمان سے جی تو دادی جان! آپ بتائیے آپ کو کس سے شکایت ہے مطلب آپ کس پر الزام عائد کرنا چاہتی ہیں اور مطلب کیا الزام ہے؟

”بھی پہلی بات توبیہ لی! تم مجھے دادی جان مت کرو۔ میری کوئی بھی اپوتی اتنی عمر کی نہیں ہے۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ مطلب مطلب۔“ پہلا وارہی اتنا بھرپور تھا کہ نی ایم ہر بردا کے رہ گئی۔

”اور دوسری بات یہ کہ مطلب مطلب کی گردان کرنا بند کرو تو میں پچھہ کروں۔ ایک ”مطلبی“، گفتگو مجھے نہیں آتی۔“

”جی بالکل، ہم یہاں کام کی باتیں کرنے آئے ہیں۔“ جیبیہ نے اپنی ساس کی مائیدکی۔

”سب سے بڑی شکایت مجھے اپنے بیٹھے سے ہے وہ پچھلے ایکس سالوں سے روزگار کے سلسلے میں کینڈا میں مقیم ہے۔“ اتنا کہہ کر دادی جان رک گئی۔ لی، ایم پچھہ دریان کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر گمراہ کی جانب منہ کر کے اپنا اندازہ بیان کیا۔

”تجھے ناظرین، کھودا پھاڑ، نکلا چوہا، یہ بھی وہی ساس بھوکاروایتی پھٹڈا نکلا۔ مطلب ان بزرگ خاتون کے اکوئے بیٹھے اپنی بیگم کی جائز ناجائز فرمائش پوری کرنے کی غرض سے بیرون ملک مقیم ہیں۔ پچھے ان دونوں کے لیے محاذ کھلا ہوا ہے۔ بلا کسی روک ٹوک کے منہ ماری جاری ہے۔ یقیناً“ وہ صاحب جو بیہرچلے گئے ہیں، مان کو بالکل ہی بھول گئے ہیں۔ نبے چاری بھوکے رحم و کرم آپ ہیں۔“

”آپ نے میری ساس کو بے چاری کرنے کی ہمت کیسے کی ہے؟“ جیبیہ نے کڑے تیور لیے لی، ایم کوٹوکا۔

”اور تو اور میرے میاں پر بھی قضول سے شک و شبہ کا اظہار کیا ہے۔“

”لوڈیکھ لوسمی یہ ہے میری بھو۔“ دادی نے سامنے بیٹھے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ”ایک مشرقی اور باوفا بیوی، جو اپنے شوہر کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کا تیار نہیں حالانکہ میں اس نالائق کے بارے میں پچھہ کرنے

اب بھی پر یقین ہوں یہ پروگرام نزاٹ ہکو سلے ہے۔ پھر بھی اگر آپ اس کی حقیقت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہی یقین کرنے پر تیار ہیں تو میرے آئینڈے پر عمل کریں۔ میں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا مسئلہ ہے کہ وہاں جانا چاہیے۔ اس لی، ایم کو گھسن گھمیری نہ بناؤ الہ تو ربع نام ہیں۔“ وہ اپنا آئینڈا تفصیل سے بتانے لگا۔



”پٹاخہ میں دھماکا کرنے حاضر ہے آپ سب کی لی، ایم۔“ انتہائی حدود تک پھیلاتی مسکراہٹ کے ساتھ وہ اب ان سب کا تعارف کرانے لگی۔

”ہمارے آج کے شرکاء ایک ہی فیملی، ایک ہی گھر سے آئے ہیں اور جیسا کہ ہمارے پروگرام کافار میٹ ہے۔ یہ سب پہلے اپنی شکایت اور الزامات بیان کریں گے، اس کے بعد میں ان سے مختلف سوالات ٹھرکے یہ اگلوانے کی کوشش کروں گی کہ دراصل ان میں سے قصور وار کون ہے۔ اور چونکہ دلوں میں کدورت رکھے بغیر بخشنے والے بغیر آپ اس پروگرام میں شرک ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ یہ سب بھی نکلنے کے لیے وافر مقدار میں بھڑاس دل میں بھر کے لائے ہوں گے، مگر مزے کی بیات یہ ہے کہ ابھی تک انہوں نے اپنے الزامات کی تفصیل سے ہمیں بھی آگاہ نہیں کیا۔ مطلب آپ کی طرح لی ایم بھی نہیں جانتی کہ آج فساد کی جڑ کیا ہے۔ مطلب آج کا ہمارا یہ reality show ایک لحاظ سے سپسش شو بھی ہے۔ میں آپ کا تعارف کروادوں۔ یہ اس فیملی کی بزرگ ہیں۔ دادی جان، یہ مسز جیبیہ ہیں ان کی بھو اور ان تین نوجوان بھائیوں کی والدہ، پسٹر ربع یہر۔ یہ سب سے بڑے ہیں اور ایک ملٹی پیشنس کمپنی میں حال ہی میں ایک اچھی لوسرت پر فائز ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ مس لیلی بیٹھی ہیں جو میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہیں اور ہمارے سب سے کم عمر مہمان مسٹر نعمان ہیں جو فرسٹ ایئر کے اسٹوڈنٹ ہیں۔ ہم اپنی

کے پھیلے چہرے پر تذبذب کا عالم تھا۔
”مطلوب“ مسٹر جیبہ نے آپ کو اس حد تک دبار کھا
ہے کہ آپ وہی کہنے پر مجبور ہیں جو یہ چاہتی ہیں۔“
اچانک اس نے پنیتوں ابدل کے دادی پر دار کیا۔
اب اس کا کھویا ہوا اعتماد و اپس لوٹ رہا تھا۔

”آپ کہنا چاہتی ہیں کہ امی جان میرے دباؤ میں
اکریہ سب کہہ رہی ہیں؟“
جیبہ اس بے بنیاد الزام پر دنگ رہ گئیں۔

”جی آپ درست بمحضیں، میرا یہی مطلب تھا اور
اب آپ خاموش رہیں، مجھے بولنے دیں۔ ہاں تو آئی
جی! آپ گھبرا سیں مت۔ ایزی رہیں، کھل کے بات
کریں۔ کسی سے ڈرنے یا جھگجنے کی ضرورت نہیں۔
یہ پلیٹ فارم آپ کو اسی لیے مہا کیا گیا ہے تاکہ آپ
کے دل میں جو خدشات ہیں جو کلے شکوئے ہیں وہ آپ
بنا کسی ڈر کے بیان کرویں۔“

”آپ یوں کہیے کہ یہ میلہ اصل میں رائی کا پیار
بنانے کے لیے لگایا ہے۔“ ربع جواب تک خاموش
بیٹھا تھا چلا اٹھا۔ ”آپ بلاوجہ میری معصوم دادی کو
برکانے کی کوشش کر رہی ہیں۔“

”آپ پلیز منہ بند کر کے بیٹھیں۔“

”کیوں، میرے منہ سے بدیلو آرہی ہے؟ اور آجھی
رہی ہے تو آپ خاصے فاصلے پر ہیں۔“

”مانی گاؤں۔“ لی، ایم نے اپنے مخصوص اندازیں
کانوں کو ہاتھ لگانے۔ ”لیے کیسے لوگ آجاتے ہیں،
دیکھا آپ نے ولورز میرے حوصلے کی داد دیں۔
دیکھیں مشر ربع! آپ کو بونے کا موقع دیا جائے گا۔
آپ اپنی باری کا انتظار کریں۔ فی الحال ”اوپنر“ کو اپنی
انگمنز پوری کرنے دیں۔ جی آئٹی توبہ! مجھے آپ
سے لے جد ہمدردی ہو رہی ہے۔ آپ کس قدر حلیم
الطبع، شفیق سی ہیں اور یہ پوری فیملی۔ کیسے صبر سے
گزارا کرتی ہوں گی؟ آپ ان کے ساتھ۔ ایک سے
برٹھ کر ایک۔“

”آپ بار بار ان کو گمراہ کرنے کی کوشش۔“

آئی ہوں۔ جو ایس سالوں سے وہاں صرف اور صرف
نوٹ کمانے میں مصروف ہے۔“
”قطع کلامی کی معذرت مگر نوٹ؟“ ”صرف۔“
نوٹ نہیں ہوتے۔ مطلب انہیں کہانا کوئی ایسا آسان
کام نہیں جو ”صرف اور صرف“ کہلایا جاسکے۔“
”تم تو چپ ہی رہوں لی! زندگی میں نوٹ کمانے
کے علاوہ اور چیزیں مقصد رہا ہو ٹھا تمہارا۔ اس لیے ایسی ہی
بات کرو گی مگر اس عورت کی جانب دیکھو جو پچھلے اکیس
سالوں سے تن تھا ساری زمہ داریاں سنبھالے ہوئے
ہے۔ تین بچوں کی پرورش، ان کی تعلیم و تربیت دیکھو
ان نالا تقول کو، کیسے جان مار کے پروان چڑھایا ہے اس
نے۔ اعلاء تعلیم سے آراستہ کر کے ان کا مستقبل اور
اپنے شوہر کا برضھا سنوار دیا ہے۔ پھر گھر کی، اندر ریا ہر کی
مصنوفیات، رشتے داری، تعلق داری بھانا، لین دین۔
میل ملائی، سارے خاندان برادری سے اچھی طرح
بھاکے رکھنا آسان کام نہیں، مگر شباباں ہے اس
عورت پر جس نے یہ کام اپنے بل بوتے پر کیا ہے۔ کیا
سرمال ٹھیک کر کے جگہ ہمارے گھرانے کی عزت
بنائی ہے۔ اور سب سے بڑھ کے اپنے بوڑھے ساس
سرکی خدمت کی، ان کا ایسا خیال رکھا کہ کیا سگی اولاد
بھی رکھتی ہوگی۔ چار سال پہلے جب اس کے سر
گزرے تو آخری دم تک اس کے لیے بولی پر دعا
تھی۔ کیا اس عورت کے ساتھ زیادتی نہیں کہ اس کا
شوہر پچھلے اکیس سالوں میں صرف چار پانچ بار پاکستان
آیا ہوا اور وہ بھی چند ہفتوں کے لیے۔ اور کتنا کمائے گا
آخر۔ جب گیا تھا تب ربیع نھما ساتھا اور لیلی، وہ تو چند
مینوں کی یہی اور ماں کی گود میں تھی۔ جب بچوں کو
ضرورت تھی بیاپ کی، تب یہ ضرورت اس نے
ڈرافٹ بھیج بھیج کے پوری کی۔ میں کہتی ہوں، اب
مال اور بیوی کو تمہاری ضرورت ہے، اور یہ ضرورت
کوئی ڈرافٹ نہیں پورا کر سکتا۔“

ایس طویل بیان پر حاضرین کی جانب سے زبردست
اوہ گونج دار تالیوں کی صبورت میں داد لی، لی، ایم اس
صورت مال سے کچھ غیر مطمئن نظر آرہی تھی۔ اس

جبیہ نے ایک بار پھر تک کر کہنا چاہا مگر بی ایم نے یہ کو شش ناکام ہنادی۔
”آپ پھر بولیں۔ مجھے بات کرنے دیجئے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ بزرگ خاتون کب سے خاموش بیٹھی ہیں اور آپ اچھل اچھل کر بول رہی ہیں۔ گھر سے بھی آپ کا یہی روپیہ ہو گا۔ سارا وقت آپ بولتی ہوں گی۔ یہ سُتی ہوں گی۔ کم از کم یہاں تو انہیں مل کی بات کہنے کا موقع ملنا چاہیے۔“

”ای جان کے منہ میں پان ہے اس لیے نہیں بول رہیں، ورنہ۔“

جبیہ نے ہڑبرا کے اوہوری بات کی۔ اتنے لوگوں کے سامنے پار باریہ لیکی انہیں ظالم فسم کی بھوٹا بات کرنے پر تلمی ہوئی تھی۔ یہ بات انہیں تاؤ دلا رہی تھی۔ چہرہ انگارہ ہو رہا تھا۔ بلڈ ریشر انہائی حدود کو چھوٹے لگا تھا۔ بس نہ چل رہا تھا کہ ای کا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے چل پڑیں۔

”ورنہ؟ ورنہ کیا؟“ بی ایم نے گال پر انگلی رکھ کے پوچھا۔ ایک معنی خیز گرمی نظر حاضرین پر ڈالی، اسی نظر سے کیرے کے ذریعے ناظرین کو نواز لگایا۔ پھر دادی کی باری آئی۔

”یجھے آئی! آپ پر دے ڈال یجھے۔ یہاں تو بات منہ میں بدبداببدبا کر بر ابھلا کنے تک آگئی۔ میرا خیال ہے ناظرین۔ میرا اور خاص طور پر ریکارڈنگ کا لحاظ کر کے یہ خاموش ہو گئیں ورنہ نجاتے بزرگ مظلوم ساس کو ابھی نجاں کیا کیا سناؤں گیں۔“

دادی کا دل اچانک بھر آیا۔ وہ روپیے کے کونے سے آنکھ رکڑنے لگیں۔

”دیکھیں، آپ روئیں مت ہم کرتے ہیں کچھ نہ کچھ۔ یہ پروگرام اسی مقصد کے تحت شروع آگیا گیا ہے کہ مظلوم کی آواز دنیا تک پہنچے اور ظالم کو عبرت ناک سلوک کا سامنا کرنا پڑے۔“

”آپ بے پر کی ہائے جارہی ہیں۔ محترمہ!“ ربع سے برداشت نہ ہوا۔

”اور آپ بار بار میرے ساتھ بد تمیزی کر رہے

ہیں۔ مطلب تمیز نہیں ہے آپ کو کسی خاتون سے بات کرنے کی۔ گھر سے آپ اپنی دادی، امی اور بہن کے ساتھ بھی اسی لمحے میں بات کرتے ہیں؟ دادی کے ساتھ تو ضرور کرتے ہوں گے، ہاں شاید امی سے دب جاتے ہوں۔ بھی، جو عورت اپنی ساس تک کوڑرا وہم کا کے رکھتی ہو۔ میاں کو مٹھی میں کر رکھا ہو، وہ اولاد کو دم مارنے کی اجازت کھا دے گی۔ شاید انہوں نے ہی آپ کی ایسی غلط تربیت کی ہے۔“

”تمال ہے، حد ہی ہو گئی۔ اور امی جان! آپ چپ چاپ سے جارہی ہیں۔ تھوکیے اس پان کو اور بتا میں انہیں کہ اصل بات کیا ہے۔“

غصے اور بلڈ پریشر کی زیادتی سے وہ خود پر کشیدل نہ کر سکیں اور معمول سے کہیں بلند آواز اور سخت لمحے میں چلا میں۔

”نوت کیا آپ نے کیسے حکم چلا کیا جا رہا ہے اپنی ساس پر۔ ان کا پان تک کھانا گوارا نہیں اور خوبی مطلب میاں کی باہر کی آہنی ہے۔ عیش تو ہوں گے۔“

”آپ کچھ کہتی کیوں نہیں؟“ جبیہ نے اس بار اور غصے سے گما جس پر دادی اچانک طیش میں آگئیں۔ سر عام بھوکا اتنا پڑ کر بات کرنا برابر الگا تھا۔

”کیا کہوں؟ تم ہی حیپ ہو جاؤ۔ میں کچھ بھی کہوں، کوئی یقین نہیں کرے گا۔ تم بات ہی ایسے کر رہی ہو۔ یہ کوئی طریقہ ہے کہ بزرگ سے بات کرنے کا۔ لال آنکھیں نکال کے گھور رہی ہو۔“

”آپ۔ آپ۔ آپ۔ مجھے سے ایسے بات کر رہی ہیں؟“ صدمے اور بے یقینی کے مارے جبیہ کے گلے سے آواز گھٹ گھٹ کے نکلی۔

”لیعنی یہ کہنا چاہ رہی ہیں کہ اے ساس! تمہاری اتنی جرات! مطلب یہ کتنی شرم کی بات ہے، ہماری خواتین کے دل سے اللہ کا خوف اور بزرگوں کا لحاظ بالکل حتم ہوتا جا رہا ہے۔“

لبی ایم کا چہرہ دنکنے لگا تھا، غالباً اب جا کر سینے میں ٹھنڈ پڑی تھی۔ اب اس نے اطمینان سے اپنا رخ

بدلا۔

”جی تو آپ بتائیے کیا بر ایم ہے آپ کا؟“ اس نے لیلی کو مخاطب کیا تھا اور تیلی توجیہت زدہ سی بیٹھی غالباً ”اپنے ہوش میں پہلی بار یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ اس کی ماں اور دادی ہمیشہ کی طرح ساتھ ساتھ بیٹھی تھیں۔ مگر منہ پھیرے ہوئے ناراض ناراض سی۔ خفا خفاسی سی ایم کی آواز پر اس نے چونک کروکھا۔

”جی مسٹر؟“

”جی“ میں آپ سے ہی مخاطب ہوں، دیکھئے ویورز، ہماری یہ مہمان کتنی خوف زدہ ہیں۔ ان سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کی شخصیت پر چھائے اس خوف و ہراس کی وجہ کیا ہے؟ ان کی ظالم و جابر مکثیش والدہ، ان کے یہ وعدہ تشدید پسند بھائی یا پھر ان کی سخت گیر قدامت پسند دادی۔“

”اے لیلی! مجھے کیوں گھیٹ لیا تم نے؟ اور تم تو میری پارٹی میں ہو۔ ابھی میری طرف داری میں جڑے تھکارہی تھیں؟“ دادی ہر بڑا کے چونک اکھیں۔

”میں کسی کی طرف داری نہیں کرتی اور نہ میرا کام پارٹیاں بنانا ہے۔ آپ نے جتنا بولنا تھا، آپ بول چکھیں۔ اب ان نوجوانوں کو موقع ملنا چاہیے تاکہ ان کے مسائل بھی حل ہوں۔ آپ پلیز اب درمیان میں مت بولیں۔ جی تو مس لیلی! آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ کس سے شکایت ہے آپ کو؟“

”اپنے بڑے بھائی رنیع سے۔“

”وہ تو میں پہلے ہی بھانپ گئی تھی۔ مطلب یہ حضرت دیکھنے میں، ہی مسئلہ نظر آتے ہیں۔ مطلب یہ کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ دوسروں کے لیے پر ایم کری ایسٹ کرنے اور انہیں گزند پہنچانے کے علاوہ کچھ۔ اور کرنے کے قابل نہیں۔“

”لی، ایم کینہ تو ز نظروں سے رنیع کو گھور رہی تھی۔ جو پروگرام کے آغاز میں ہی اس سے پنگا لے چکا تھا۔

”میں نے آپ کی ”معج“ کھولی ہے جو آپ مجھ پر اتنی خار نکال رہی ہیں؟“

”یہ تو ابھی آپ کی بہن بتائیں گی کہ آپ نے کس

کی ”معج“ کھولی ہے اور کس کا ”ساندھ؟“
”جیھے اپنے بھائی سے یہ کہنا ہے کہ یہ دن میں دس مرتبہ مجھے جو ذہنی اذیت دیتے ہیں، اس سے باز آجائیں، میں بے حد ذہنی کوفت محسوس کرتی ہوں۔ مجھے مجھے پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے جب یہ۔ بس۔ آپ انہیں منع کرویں۔“

”جیھے چھپے دس مرتبہ؟“ لی ایم نے اپنی مرغی کے دیلوں جتنی آنکھیں باہر نکالتے ہوئے پوچھا۔

”کیا کرتے ہیں یہ دس مرتبہ؟ ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ گالم گلوچ کرتے ہیں؟ پسیے چھین کر لے جاتے ہیں؟ نشہ و شہ کرتے ہیں؟ یا پھر آپ کے کان لج پا کہیں بھی اور جانے پر پابندی لگاتے ہیں؟ بتائیں بتائیں سے شباباں ڈریں مت؟“

”یہ میرا نام بگاڑتے ہیں اور اسی بڑی طرح بگاڑتے ہیں کہ میری ساری شخصیت، ہی مسخ ہو کے رہ جاتی ہے۔ اتنا خوبصورت ہے میرا نام۔ لیلی۔ اور یہ اسے۔“ وہ جھگ کے چپ ہو گئی۔ شاید یاد آگیا کہ کیمروں آن تھا۔

” بتائیے، بتائیے، کیا کہہ کر پکارتے ہیں یہ؟“ لی ایم نے پچکا را۔

”میں بتاتا ہوں“ لے، لَا،“ کہتا ہوں میں اسے اور بتائیں اس میں کیا براٹی ہے؟ اتنا پیار اس نام ہے اور پیار سے ہی پکارتا ہوں۔“

”ماں گائی لے، لَا“ مطلب کہ ”لے، لَا۔“ وہ افسوس سے سرہلانے لگی۔

”مطلب بکری کا بچہ، یعنی آپ براہ راست اپنی والدہ سے بھی گستاخی کر رہے ہیں۔“

”کیا کہہ رہی ہیں آپ؟“ ربع اچھل پڑا۔ اتنی دور تک کا تو اس نے بھی سوچا بھی نہ تھا۔ ڈرتے ڈرتے تک جیسا کی جانب دیکھا۔ ان کا فشار خون غالباً“ اب ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ خشمگیں نگاہوں سے وہ اسے ہی گھور رہی تھیں۔

”آپ بات کو کہاں سے کہاں لے گئیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو بس ایسے ہی لاڈ میں، ذرا پیار

ناموں کے امتزاج سے ترتیب دیا گیا تھا۔“
”آپ میرے ہی پروگرام میں مجھے پہ کچھ اچھا
رہے ہیں۔“ وہ تملانے لگی تھی۔

”تیجے، آپ کے والد بزرگوار کا ذکر کرنا یا آپ کی
مرحوم نانی اور وادی کے نام لینا۔ آپ کے نزدیک
کچھ اچھا لئے کے متراوف ہے۔ یہ تو سراسر بد تیزی
گستاخی اوسی۔“

”آپ خاموش رہے۔“ ایم نے اپنا پسندیدہ فقرہ
دہرا۔

”ناظرین! آپ نے دیکھا۔ اس خاندان کا آؤے کا
آوا، ہی بگڑا ہوا ہے۔ خاص طور پر یہ مسٹر ربع، میں خدا کا
شکر ادا کرتی ہوں کہ میں ان کی بہن نہیں۔ اس کے
ساتھ ساتھ مجھے اس معصوم لڑکی پہ بھی ترس آ رہا
ہے۔ جو حقیقت میں اس شخص کی بہن سے اور پستہ
نہیں کیسے گزارا کر رہی ہے۔ ویسے تو میرا بالکل مل
نہیں چاہ رہا اس پروگرام کو جاری رکھنے کا۔ مطلب میں
ان میں سے کسی کے بھی منہ نہیں لگنا چاہ رہی مگر
جبوری ہے۔ یہ ہمارے آخری سہمان ابھی باقی ہیں۔
ایک تو یہ سب سے کم عمر ہیں، ”وسرا شکلا“ یہ خاصے
مسکین سے ہیں اور تیسرا اور سب سے اہم بات یہ
ہے کہ جب سے پروگرام شروع ہوا ہے تب سے یہ
خاموش بیٹھے ہیں۔ مطلب یہ ہمارے پروگرام کا ریکارڈ
ہے کہ یہاں اگر گونگے بھی پٹ پٹ بولنے لگ جاتے
ہیں۔ لاکھ چپ کراؤ۔ مگر چپ ہونے کا نام ہی نہیں
لیتے اور شاباشی سے اس نوجوان پہ جس نے بولنے کی
ذراسی بھی کوشش نہیں کی۔“

”نہ صرف بولنے کی بلکہ اس نے سننے کی بھی کوشش
نہیں کی۔“
ربع نے لفہ دیا۔

”مطلب یہ؟ مطلب یہ یہ بے چارے؟ اوہ ہو۔“
”آپ مطلب بہت نکالتی ہیں اور وہ بھی غلط“ کیا
آپ کو نومی کا ”ایرفون“ نظر نہیں آ رہا؟ یہ گانے سن
رہا ہے۔“

”اچھا یہ کون سے؟ مطلب“ میوزک کا شوق تو

سے اس کا نام بگاڑتا ہوں۔ اس میں بد تیزی اور
گستاخی والی بات کہاں سے آگئی۔“ بھی کہ
”انتا ہی لاڈاٹھ رہا تھا تو آپ لیلی کو ”لی“ کام قصد تو اس کی
سکتے تھے مگر یہ تو پھول کا نام ہے۔ آپ کا مقصد تو اس کی
انسلٹ کرنا تھا۔ اس لیے جانوروں والا نام رکھا، بلکہ نام
تو نام ہوتا ہے، مطلب اس کو کسی بھی طرح بگاڑنا جائز
نہیں ہے۔ یہ ایک غلط حرکت ہے۔ سکین اور مجرمانہ
حرکت۔“

لی ایم نے فتویٰ صادر کیا۔

”اچھا یہ؟ نام کو مسح کرنا۔ اسے بگاڑنا۔ یا مختصر کرنا
ایک غلط، سکین اور مجرمانہ حرکت ہے؟“ ربیع نے
مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا۔

”تو تھیک ہے، میں یہاں ان سب لوگوں کے
سامنے، ہزاروں ناظرین کے سامنے، اینی ای، وادی،
بہن اور بھائی کے سامنے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں
ہر ایک کو اس کے اصل نام سے ہی پکاروں گا۔ اب تو
آپ خوش ہیں، محترمہ بتول مشتری۔“

”مک کیا کیا کہا آپ نے؟“
لی ایم کو گویا کسی پچھوئے ڈنک مارا تھا۔

”میں نے کہا، اب تو آپ خوش ہیں ناں محترمہ
بتول مشتری۔ آج سے میں اینی یہ بری عادت ترک
کر رہا ہوں اور اس اچھے نام کا آغاز بھی آپ کی ذات
سے کیا ہے۔ پتا نہیں کس گستاخ بد تیزی نے آپ کے
نام کا یہ حشر کیا تھا۔ اچھا بھلا معزز اور پار عرب سا نام
ہے۔ بتول مشتری۔“

”آپ۔ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ مطلب آپ کو کسی
نے غلط جبردی ہے۔ میرا نام بی ایم ہے۔“ اس نے خود
پہ قابو پا کے شد و مدد سے ربیع کی بات جھٹلائی۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کیا کسی اسپورٹس کار کا
نیا مڈل ہیں جو ایسا نام ہو گا؟ میں نے آپ کے مالنگ
کیسری کے ابتدائی دور کا ایک اثر و یورڈ ہاے جس میں
آپ کے والد چراغ دین تعینی بقول آپ کے، سی ڈی
صاحب نے یہ انکشاف کیا تھا کہ آپ کا نام بتول
مشتری آپ کی نانی اور وادی کی یاد میں، ان دونوں کے

مجھے بھی ہے۔ ”اس نے اشتیاق سے نومی کوہی کھا،
جواب رنچ کے شوکے دینے پر ایرفون اتار رہا تھا۔
”میلو، چلو، پالی پالی چولو۔“
وہ گریا پہ بیٹھا بیٹھا گھر کئے لگا۔

”بے ہدایت! توہاں بھی پاپوں کے راؤں اپنے
لگا۔“ دادی نے چشمہ درست کر کے اسے گھوری
ڈال۔

”میں نے کہا بھی تھا کہ اسے گھر رہنے دو،“ اس
کاریکار ڈبنے سے باز نہیں آئے گا۔“
اس بار لیلی نے اسے سماں کی اپنی سی کوشش
کی۔ ”گھر تھا اکیلا چھوڑتے تو کھل کر حلق پھاڑتا۔ محلے
والے شام کوڑا نے آ جاتے۔“
جیسے نے عذر پیش کیا۔

”ریکھا آپ نے باجی! سب کے سب میرے
مخالف ہیں۔ میرا ایک ہی تو شوق ہے، وہ بھی اتنا بے
ضرر سا۔ اس پر بھی سب کو اعتراض رہتا ہے۔ حالانکہ
میں کسی بھی معاملے میں کسی کوشکایت کا موقع نہیں
دیتا۔ امی کے کام بھاگ بھاگ کر کرتا ہوں۔ لیلی باجی کی
سیلیوں کے ہاں چکر بھی لگاتا ہوں، کبھی کچھ پکڑا نے،
بکھی کچھ مانگنے۔ دادی کی ٹانگیں بھی دیاتا ہوں۔ رنچ
بھائی کے دوستوں کے لیے چائے بھی بناتا ہوں، اور ان
کا کرہ بھی درست حالت میں رکھتا ہوں، کیونکہ لیلی
باجی تو ان کے کسی کام کے نزدیک بھی نہیں پھلتیں۔“
”مائی گائیس! مطلب اتنا بوجھ اس بھی کسی جان
پر۔“

”جی باجی اور اس کے بعد بھی کوئی مجھ سے خوش
نہیں رہتا۔“

”ناظرین،“ یہ ایک انتہائی مظلوم کردار ہے۔ اسی
لیے میں اس کا یہ قصور معاف کرتی ہوں۔ کہ اس نے
آن ایر بھی دوبار باجی کہا۔ مطلب اب اس بے چارے کو
میں کیا منع کروں، اس کے گھروں کی جانب سے اس
پر پسلے ہی کیا کم پابندیاں ہیں۔ بھی کیا بات ہے اپ
لوگ کیوں اتنی روک روک کرتے ہیں اس مقصود

چہ؟“
اس نے سخ بدل کر دادی اور جیسیہ سے سوال کیا۔
”لیلی! کیا تم ہمیں سکھاؤ گی کہ ہمیں اپنے بچے کی
تریتی کیسے کرنا ہے؟“

جیسیہ کا بس نہ چل رہا تھا کہ کسی طرح اپنے اندر کی
ساری بھڑاں نکال لیں تاکہ بلڈ پریشر کچھ تیچے آئے
اسی لیے ان کی جانب سے جواب بڑے تیچے جھلتے
انداز میں آیا تھا۔

”اپ یہ اتنا بچہ نہیں رہا ہے۔ اسے کچھ تو کھل کر
سانس لینے دیں۔ اسے بھی آزادی کے ساتھ ہیجنے کا
پورا حق ہے۔ آپ لوگ اپنے اپنے شوق ایک
دوسرے پر پورے کر لیا کریں۔ آپ کے پاس ایک عدد
بیزار قسم کی حاکیت پسند ساس ہے، اور آئی! آپ بھی
ایک عدد زبان دراز بھوکی مالک ہیں۔ اور آپ
دونوں۔“

اب لی ایم نے رنچ اور لیلی کی جانب اشارہ کیا۔
”آپ دونوں بھی ایک دوسرے کی نکر کے ہیں۔
اس بچے کو بخش دیں آپ مجھے تو اسے دیکھ دیکھ کے
ترس آ رہا ہے، چار چار ڈیٹیٹر ز کے زخمے میں رہنا برا
دل گروے کا کام ہے۔“

”بردا جی۔“ نعمان ہمدردی پا کے اور مسکین بلا
بننے لگا۔

”میرا ہی حوصلہ ہے، اسی لیے تو میرا ”پالی چولو“
نکل جاتا ہے۔ بس کیا بتاؤں آپ کو بتول مشتری
آیا۔“

”کیا کہا؟ بتول بھی؟ مشتری بھی؟ اور آپاں بھی؟
مطلوب آتا، آتی نہیں بلکہ پورا ”آپاں“ مطلب۔
مطلوب تم تھی تھی کسی سے کم نہیں۔“

”جی ہاں ہم۔“ کسی سے کم نہیں، کم نہیں۔ کم
نہیں۔“ وہ قولوں کے انداز میں تالی پیٹ کر تان
لگانے لگا۔

بننے چاہے دشمن، دشمن زمانہ غم نہیں، غم نہیں
ہم کسی سے کم نہیں، کم نہیں، کم نہیں
”حد ہو گئی، مطلب یہ توحد ہی ہو گئی۔ ناظرین اس

انہیں اس پروگرام کی ریکارڈنگ کروائے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو رہا تھا مگر اثرات اب تک باقی تھے ربع کو اس احساس ہو رہا تھا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ مگر صرف پچھتنا نے سے کیا ہو سکتا تھا۔ گھر کے حالات تو نہیں سدھ سکتے تھے۔

جیبیہ کے اپنی ساس سے تعلقات سدا بھار خوشگوار تھے مگر ”پٹاخہ“ کے ایک دھمکا کے نے دونوں کے تعلق میں چنگاریاں سلگادی تھیں۔

یہاں الگ ٹریجڈی کوئی بنی پھرتی۔

”لڑکی ہوں ناں، اس لیے، ہر وقت اس قسم کی بڑیراہست جاری رہتی۔“ اور ربع لڑکا جو ہوا۔ کماوپوت اسی کا پڑا بھاری ہو گا۔ اس کی بات درست قرار دی جائے گی جا سے وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو اور میں میں بے چاری کرنے کو اکلوتی بہن اور درگست کیسے بنتی ہے۔ ایسے ہوتے ہیں بھائی؟ ظالم بے درد ناالنصاف اور جھکڑا لو۔“

بیٹھے بیٹھے ٹوے بمانے لگتی۔ ربع نے ایک ہفتے سے اسے لے لا کرہ کر نہیں پکارا تھا، اس کے باوجود وہ اس سے بات کرنے پر تیار نہ ہی۔ بات کرنا تو درکنار وہ اسے دیکھتے ہی منہ پھیر لیتی۔

نعمان الگ سارے گھر سے بیزار نظر آ رہا تھا۔ وہ جسے سب کی ڈائیٹ ڈپٹ کے بعد بھی ڈھٹائی سے ہنسنے رہنے کی عادت ہی۔ اب حد سے زیادہ حساس بلکہ زدو رینج ہو گیا تھا۔ کوئی آپس میں بھی بات کر رہا ہو تو اسے لگتا اس کی برائی ہو رہی ہے۔

”اب کیا کیا ہے میں نے؟ صبح سے منہ تک نہیں کھولا۔ پھر کیوں برا بھلا کرہ رہے ہیں؟“ حد تو یہ کہ کوئی خاموش بیٹھا ہو تا تب بھی اسے لگتا کہ اس کے حلاف سازش کی جا رہی ہے۔ فوراً ”سرپہ سوار ہو جاتا۔

”میرا کوئی نہیں ہے۔ مجھ سے کسی کو پیار نہیں ہے۔“

وادی اٹھنے بیٹھنے آہیں بھرتی رہتیں۔

”اچھا بے وقوف بنایا۔ مجھ بڑھیا کو اتنے سالوں تک،

سے زیادہ مجھ میں نہ صبر ہے نہ برواشت،“ اگر دو منٹ بھی اور میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھی تو میرا نہ س بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ بین ہی سرج ہو جائے گا۔ اف سے میرا سمجھی۔“

لی ایم نے اپنا سر تھام لیا۔

”پلیز ڈائریکٹر صاحب گٹ کروائیے۔“ کیمہ بند ہوا۔ لی ایم تنقیتے ہوئے ایشج سے اتری۔

”بس کر لیا تجربہ آپ نے؟ ہو گیا شوق پورا؟“ مطلب، آخر آپ اپنی مرضی کر کے رہے۔ میں نے کہا بھی تھا کہ جیسے چل رہا ہے یہ پروگرام دیسے ہی چلنے دیں۔ آپ کو پتا نہیں کیا سو جھی جوان لوگوں کو لا بھایا۔ سارے پروگرام کا ستیاناں کر کے رکھ دیا۔“ وہ ڈائریکٹر پہ چلا رہی تھی۔

”میں نے تو سوچا، اس بار محنت نہیں کرنا پڑے گی۔“ نہ اسکریپٹ لکھنا پڑے گا۔ نہیں ہی ریہر سلز ہوں گی۔ کیا کم سرکھائی کرنا ہوتی تھی ان کچے کچے اندازی اداکاروں کے ساتھ۔ پہلی بار تو پیلک میں سے کسی کا فون آیا کہ وہ لوگ ہمارے پروگرام میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، میں نے بھی شکر آدا کیا کہ ہمارے نام نہاد reality show (حقیقی) کی لائج رو گئی۔ کوئی ایک پروگرام تو حقیقت پہ مبنی ہو گا۔“

”ویله لیا نتیجہ اس حقیقت پسندی کا۔“ پٹاخہ میں ہوں، دھماکے کرنا میرا کام ہے اور شریاں یہ لوگ چھوڑ رہے ہیں۔ پتہ نہیں کہاں سے ڈھونڈ ڈھانڈ کے میرے پرانے انشرویوز ٹریڈ لیے اور میرا نام۔۔۔ بس بہت ہو گیا۔ اور کان کھول کر کے سن لیں آپ،“ اگر یہ پروگرام آن ایری گیا تو میں باقی کے پروگرامز ریکارڈ نہیں کراؤں گی۔“

وہ دھمکی دیتی تک تک ہیل بجا تی باہر نکل رہی تھی۔ ربع پچھے سے آواز لگانے سے بازنہ آیا۔

”اوہ،“ بتول مشتری آپاں جی تو ”رس“ گئی ہیں۔ مطلب ناراض ہو گئی ہیں۔ مطلب ”کٹی“ کر کے چلی گئی ہیں۔“

”کیا“ وہ ”وہ سریاند ہے لیٹھی تھیں۔ بڑی بیزاری
آواز میں پوچھا گیا۔

”وہی۔ وہ“ پٹاخہ والا۔“ ربع نے اشتیاق جگانا
چاہا۔

”آج ہمارا پروگرام آنبے والا ہے۔“
اس اطلاع پر سب لاوئیں میں جمع ہونے لگے۔ آخر
خود کوئی وی پیدیختے کاشوق کے نہیں ہوتا۔
”پٹاخہ میں ایک نئے سننی خیز موضوع کے ساتھ
بی ایم آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔“

”پٹاخہ کا مقصد ہے، معاشرے میں ناسور کی طرح
برہتی شہنوں کو منظر عام پر لانا۔ آپ کو ایک ایسا پلیٹ
فارم مہیا گرنا جس کے ذریعے آپ بغیر کسی جھگٹ اور
خوف کے اپنے دل کی ہربات کہہ سکتے ہیں۔ آج ہم
نے یہ سننی موقع دیا ہے مسٹر سرفرازان کی الہیہ نغمہ
سرفراز اور ان کی کزن سجدہ کو۔ آئیے ہم یہ اندازہ
لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو کیا شکایات ہیں۔“
”ہیں سے؟ تو ہم کہاں گئے؟ ہمارا والا پروگرام“ اس کا
کیا بنا؟“ سب حیران تھے سوائے ربع کے

”وہ گیا سردخانے میں۔“ اس نے اطمینان سے
صوفیہ دراز ہوتے ہوئے کہا۔

”اور یہ مقام حیرت نہیں، مقام شکر ہے۔ اللہ کا
شکر ادا کیجئے کہ میں نے لی ایم کے وہ بخیے اوہیڑے کہ وہ
پروڈیوسر کو ڈرادھکانے یہ پروگرام رکوانے پر مجبور
ہو گئی ورنہ اگر یہ پروگرام نشر ہو جاتا تو سوچئے کیا ہوتا؟
لتنی بے عزتی ہوئی ہم سب کی۔ آپ لوگوں نے تو خود
اپنانام ڈیونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔“

”میزانام مت لو، تم جانتے ہو کہ مجھے تمہاری دادی
کے طرز عمل نے بھڑکایا تھا۔ کیسے یہ اس بتول مشتری
کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر میرے خلاف ہو گئی تھیں۔“

”ہاں، تھے دادی کی غلطی تھی لیکن آپ پات کو
سنھال بھی سکتی تھیں اور لیلی تمہی نعمان تم، تم دونوں

میں اسے بیٹھی جان کر اس سے ہمدردی جھاتی رہی۔ یہ نہ
پتا تھا کہ اس نے خود میاں کو سات سمندر پار روک
رکھا ہے پسے کے لاج میں۔ میرا ممتازاً مارا اپلِ الکوتی
اویادو کی شکل دیکھنے کو ترس رہا ہے۔ نجانے کب اور
والے کا بلاؤ آجائے مگر وہ آئے تو کیسے آئے؟ بیوی کے
خرچے اور فرمائشیں پوری کرے یا وطن والیں آگرماں
کر کچھ میں شہنشہ ڈالے مزدوری کرنے والا گدھا بنا
کے رکھ دیا ہے غریب کو۔“

حیبہ کے ڈانوں تک یہ دل جل باتیں پہنچتیں تو سلے
لہ ہاتھ میں پکڑی چیزیں اٹھا اٹھا کے پہنچتیں پھر بے قبیلے
سے روئے بیٹھے جاتیں۔

”یہ صلح ملا ہے میری نیک نیتی اور اتنے برسوں کی
بے لوث خدمت کا۔ بھلا کون عورت ایسا چاہے گی کہ
وہ شوہر کے بغیر اور اس کے بچے باپ کے سائے کے
بغیر پلیں، دل پر پھر کھکھ کے میں نے ان کے ابا کو جانے
کی اجازت دی تھی اور یہ کہہ رہی ہیں کہ۔“

عجیب زہریلا ماحول ہو چکا تھا۔

ربع کا تو دل چند منٹ میں گھر سے آتا جاتا۔ اسے
شدت سے اپنے گھر کے وہ پرانے شب و روز یا وہ
آتے جو کوئی بہت زیادہ پرانے بھی نہ تھے۔ یہی کوئی
ہفتہ پہلے تک کے اس میں اور لیلی میں نوک جھونک
ہوتی۔ تو تو میں میں بھی ہوتی۔ لیکن چند منٹ بعد سب
کچھ نارمل ہوتا بلکہ وہ اپنی اس پیاری سی اکلوتی بس
سے پیار بھری لڑائی کو انجوائے بھی کرتا تھا۔

اور نعمان، وہ تو اس گھر کی رونق تھا۔ اس کے اوپنی
آواز میں گائے جانے والے بے سرے گیتوں سے وہ
چڑا ضرور کرتے مگر یہی گائے اس کے گھر میں ہونے کا
ثبوت ہوتے تھے۔ اب وہ گھر پہ ہوتا بھی تو پتا نہ چلتا۔
منہ سجائے چپ چاپ بیٹھا رہتا۔

امی اور دادی میں بھی سرد جنگ جاری تھی۔ آخر
اس دن ربع نے ان سب کا توڑ کرنا چاہا۔

”دادی! آٹھ نج کئے ہیں۔“ وہ لگاریا ہے۔
آجائیں۔“

اس نے اسی آن کرتے ہی با آواز بلند اعلان نشر
کیا۔

موٹاپر سے نجات

کہا جاتا ہے کہ ہر بیماری کی جڑ
پیٹ کی خرابی ہے، موٹا پا
اور پیٹ کا بڑھ جانا خواتین کا
ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔
اسی طرح چہرے پر مہا سے
کیل، جھائیاں بھی پیٹ کی خرابی
سے ہوتی ہیں۔



خواتین کے ان تمام مسائل کا حل

ٹالیاپ چڑی لٹٹیں سے چڑا کر دو

Wahid's

JAUHAR-E-HAZIM®

واحد کا جو مرہماضم®

موٹا پا، پیٹ کا بڑھ جانا، معدے گرانی و تیز ابیت۔

کیل مہا سے، چھیپ، چھائیاں دور کرے

قیمت = 60 روپے

خوبہ اسٹور یونٹ اپنڈوز ریس مروچنٹ، ایکبر لس مارکٹ
صدر کراچی - فون: 5212257

خان بوتل اسٹور پاپڈ منڈی شاہ عالم گٹ لاہور
فون: 7665454, 7663508

باب اشقاء داخانہ گھنٹہ گھر چوک، ملٹان 4576350
بادشاہی ہٹی D3/89 بورڈ بازار، راؤ پنڈی،
فون: 7116666

عبد الواحد محمد شریف شاٹ پ نمبر 67 غربہ شارع عبداللہ فیصل، مکہ
مکرمہ۔ سعودی عربی۔ 5745243

wahid Herbs Lab Karachi-Pakistan

کو کیا ہوا تھا؟ میں کیا سمجھا کے لے گیا تھا سب کو؟
سب کچھ بھول گئے۔ اور لگے ایک دوسرے کے
خلاف بھڑاس نکلنے خوب عزت اپھالی ہے اپنے
خاندان کی۔“

”میں نے تو ہی کچھ کہا، جو تم نے کہا تھا۔ اور سچ تو یہ
ہے کہ تمہارے سکھائے رہائے میں آگر نہیں کہا
تھا۔ وہ میرے دل کی آواز تھی۔ اس کے باوجود ساری
غلطی میری گناہی جاہی ہے۔ دیکھ لو اپنی ماں کو۔
صاف کہہ رہی ہے کہ میں۔“

دادی بات کرتے کرتے پھر رونے کی تیاری پکڑنے
لگیں۔

”بس کیجئے پلیز بس کیجئے۔ یہاں کوئی پٹانے نہیں
چلیں گے۔ میں گتھی سلیمانی بیٹھا ہوں، الجھانے
نہیں اور یہی بات میں اس پروگرام میں جا کے عوام کو
بتانا چاہتا تھا کہ اپنے مسائل ”اپنوں“ کے ساتھ شیر
کر کے ہی حل کیے جاسکتے ہیں، زمانے میں ڈھندورا
پینے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ
میں، اس مادرن لی جمالو کے دانت کھٹے کرنا چاہتا تھا۔
مجھے آپ کی اور اُن کی محبت پر اعتماد تھا۔ سوچا تھا، پہلے تو
وہ ایک ساس کو بسو کی شکایت کرنے کے بجائے اس کی
طرف داری میں بیٹھے کو غلط ٹھرا تا دیکھ کے ہی حریت
زدہ ہو جائے گی۔ اپنے بھلے معزز لوگوں کو آپس میں
بھرا نے کی کوشش میں اسے ناکام ہوتے دیکھنے کا کتنا مزا
آئے گا اور ہوا کیا؟ سب اٹا ہو گیا۔ اس نے ایک، ہی
جھٹکے میں آپ کی طرف داری کو رقبت داری میں
بدل ڈالا۔ گئے تھے سب کو سدھارنے، الٹا پناہ گاڑ کے
آگئے۔“

”اب کیا کریں۔“ دادی کچھ کچھ شرمندہ نظر آئیں۔
”پٹا خن۔“ باتیں ہی ایسی کرتی ہے۔“

”غلطی نہ امی کی ہے۔ نہ میری سس نہ لیلی کی اور نہ
ہی نعمان کی۔“ غلطی سراسر تمہاری ہے۔ اس پروگرام
میں جانے کا آئیڈیا تمہارا تھا۔“ جیبہ نے سارا قصور
اس کے کھاتے میں ڈال دیا۔

”بہت اپنے۔“ ربع نے سرہلایا۔ ”آئیڈیا ضرور
میرا تھا مگر اس یہ نہیں خوشی لیک کرنے والے آب

معاشرے میں وجود ہی نہیں ہو گا۔ بالکل ہو گا مگر وہ
مسئل ایسے نہیں جن کو جمیں لگا کر سمجھایا جاسکے۔
یقیناً ”آپس میں بات چیت سے گلے شکوے کرنے
سے مل کا میل دھلتا ہے۔ رنجشیں دور ہوتی ہیں۔
باتیں واضح ہو کر سامنے آتی ہیں۔ لیکن اس کے لیے
حالت کا مخلص اور دونوں فریضیں کا قریبی عزیز ہونا
ضروری ہے نہ کہ ”شاخہ“ ہونا پچھ آیا سمجھ میں؟“
اس نے لمبا چوڑا لیکھ دے ڈالا۔

”پچھ نہیں۔ بہت پچھ سمجھ میں آگیا۔“ دادی نے
آگے بڑھ کے ربع کی بلاعیں لے دیں۔

”کیا سیانا بچہ ہے میرا ربع۔ آخر کیوں نہ ہو،
سیانی ماں کی تربیت سے؟“ وہ پرانی ڈگر پہ آگئیں۔ تو
بھلا جیبیہ کیوں نہ راہ لگتیں۔

”خون کی تأشیر بھی تو ہے امی جان۔ اور سب سے
برہ کے آپ کی دعا میں۔“

”آخر بھائی کس کا ہے؟“ لیلی نے فرضی کار
جھاڑے۔

”لے لا کا۔“ ربع کی زبان پھسلی۔ مگر اس بارہ
گھور کر نکھنے کے فوراً بعد کھلکھلا کے بنس پڑی۔
”اب کس بات پر لڑائی ہو رہی ہے؟“

اچانک نعمان نے ایر فون اٹارتے ہوئے بے حد
جلے بھنتے انداز میں پوچھا۔

”لوکر لوگل۔ اب اتنا مبارکہ دوبارہ سے دینا پڑے
گا اور وہ بھی ایک اس کے لیے۔“

ربيع نے آپس بھر بھر کے کہا۔

”میرے خلاف باتیں ہو رہی ہوں گی۔“ نعمان
نے شاکی انداز میں قیاس ظاہر کیا۔

”ہاں ہاں، بالکل۔ پوچھو گے نہیں کیا سازش ہوئی
ہے۔“

”کیا ہے؟“ لیلی کے کھنپ پر اس نے منہ پھلا کے
پوچھا۔

”یاپی چولو سی چولو چولو سی پاپی چولو۔“
لیلی اور ربع کی آوازیں چھٹ پھاڑنے لگیں۔

سب تھے۔ میں میں کو ہم پاؤ اسٹپ نہیں لے کر گیا
تھا اور میں بتا چکا ہوں کہ میرا مقصد میری نیت نیک
تھی۔ میں ایک تو آپ سب پر واضح کرنا چاہتا تھا کہ یہ
دشکوسلہ ہے۔ ابھی ہماری قوم اتنی دیدہ لی رہ نہیں ہوئی
کہ اپنی خامیوں کیوں اور برائیوں کے اشتہار لکھاوی
یہرے البتہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت
انہیں اس بات کی ترغیب ضرور چارہ ہے اور ایسا
کرنے والے ہیں چند مغرب پسند لوگ جو مغرب کے
گلے سڑے تعفن زدہ اصول ہمارے معاشرے پر لگاتے
کرنا چاہتے ہیں۔ بے جھنک ہونے کے نظرے لگاتے
ہیں۔ جب کہ ہماری تہذیب ہمیں جھنک، حیا اور لحاظ کا
ستق پڑھاتی ہے۔ ہمیں مروت اور رواداری کے
اصول رٹائے گئے ہیں۔ گھر کی بات گھر کے اندر تک
محروم رکھنا شرفاء کا طور رہا ہے۔ ہمارا معاشرہ اس چیز کا
متخل نہیں ہو سکتا جو یہ اپنے جھوٹے شوز میں
دکھارے ہیں۔ اور نہ ہمارا نہ ہب اسی بات کی اجازت
رہتا ہے کہ ایک دوسرا پر یوں پچھڑا چھالی جائے۔

اب یہی دیکھے جائے، اگر یہ حقیقت پر بنی پروگرام
ہوتا تو آج ہماری ریکارڈنگ چل رہی ہوئی۔ لیکن
ہمارے پروگرام میں وہ چیزیں ہیں پیدا ہو سکا جیسا
یہ چاہتے تھے۔ اسی لیے یہ خود لکھا ہوا اور ترتیب دیا ہوا
پروگرام چلایا جا رہا ہے۔ اب جس لڑکی پر سہ الزام لگایا
جا رہا ہے اسے میڈیکل کا اسٹوڈنٹ اور اپنے گھر ان کا
 بتایا گیا ہے۔ اگر واقعی ایسا سے تو اس کے گھروالوں نے
 اسے اس پروگرام میں؛ آنے کی اجازت کیے دے دی۔
 جس طرح اس کی کزن اس پر رکیک الزامات لگا رہی
 ہے اسی کے بعد کیا، تھے سر انہا کے کانج جا سکتی ہے؟
 اور یہ شخص۔ اتنے سکون سے بیوی کو اچھل اچھل
 کے الزام تراشی کرتے دیکھ رہا ہے۔ کیا یہ اس عورت کو
 واپس اپنے گھر لے جانے پر تیار ہو گا؟ نہیں۔ بھی بھی
 نہیں۔ مگر نہ تو یہ لڑکی کسی میڈیکل کانج میں رہتی ہے
 نہ ہی یہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو
 مسئلہ یہاں ڈسکسی کیے جاتے ہیں ان کا ہمارے

